# مسئلہ:

# الفاظ کے ساتھ روزے کی نیت

# کا


تحقیق و تالیف

محمد افضل
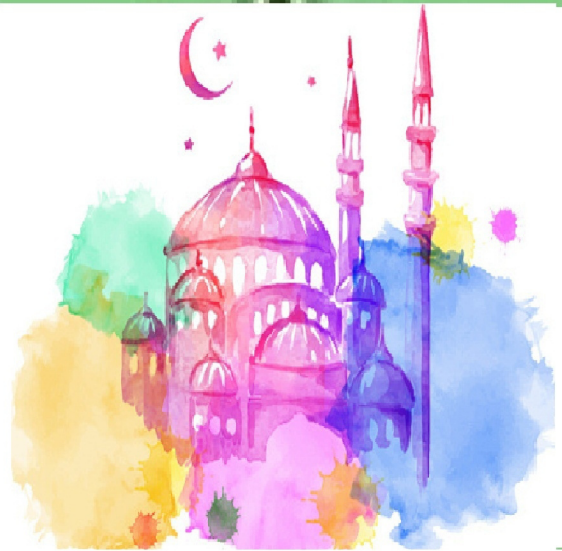

ادارہ علم و سائنس ڈاٹ کام

# بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لیے ہیں اور درود وسلام ہو نبی کائنات پر ان کے آل ،تمام صحابہ اور تمام مئومنین پر
بہر حال حمد و ثنا کے بعد عرض یہ ہے موجودہ دور میں عام مسلمانوں کی جو دینی حالت ہے وہ تو کسی سے مخفی نہیں ہے دین کے ضروری احکامات تک سے ناواقف ہیں ایسے میں اگر ان کے سامنے دین کے مشکل مسائل کو بطور اشکال پیش کیے جائے تو یہ ضروری بات ہے کہ وہ تذبذب کا شکار ہوں گے
کیوں کہ جو مسلمان بنیادی احکامات سے ناواقف ہو وہ مشکل احکامات پر کئے گئے اعتراضات کا کیا جواب دے گا ویسے تو اس قسم کے بہت سے ایسے مسائل ہیں جن پر مخالفین کی طرف سے اعتراضات کئے جاتے ہیں لیکن ماہ رمضان کی آمد آمد ہے تو اس میں "الفاظ کے ساتھ نیت" اور "مروجہ نیت کے الفاظ "یعنی "و بصوم غد نویت من شھر رمضان "پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں اس کتابچے میں ان کے جوابات اختصار کے ساتھ دینے کی کوشش کی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو دین سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے
آمین

# الفاظ کے ساتھ روزے کی نیت

نیت کے حوالے سے یہ بات ذہن نشین رہے کہ اصل میں نیت دل کے ارادے کا نام ہے(۱) نیت کا مطلب کسی چیز کا پختہ ارادہ کرنا ہے اور اصطلاح شرع میں نیت کا مطلب دل کا فعل کی طرف متوجہ کرنا ہے اللہ تعالی کی رضا کے لیے اور اس کا قصد عبادت کو عادت سے جدا کرنے کے لیے ہے(۲) اور دل کا یہ ارادہ نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ جیسی عبادات میں فرض ہے(۳) لیکن الفاظ فرض نہیں اور نہ ہی اس کی ادائیگی کافی ہے(۴) البتہ آج کل کی مصروفیات کی وجہ سے جو ہماری ذہنی حالت ہے یعنی موجودہ دور میں ہر آدمی کا ذہن منتشر ہے تو اس میں بہتر یہی ہے کہ نیت زبان سے کہہ لی جائے تا کہ زبان و دل میں موافقت رہے(۵)

(۱)وَالنِّيَّةُ هِيَ الإِرَادَةُ (الهداية كتاب الصلوة باب شروط الصلاة التى تتقدمتها)

(۲)لُغَةً: القَصدُ وَشَرعًا: تَوَجُّهُ القَلبِ نَحوَ الفِعلِ ابتِغَاءً لِوَجهِ اللَّهِ وَالقَصدُ بِهَا تَمييزُ العِبَادَةِ عَنِ العَادَةِ (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح)

(۳)إِنَّمَا الأَعمَالُ بِالنِّيَّات( صحيح البخارى بَابُ بَدءِ الوَحى)

(۴)أَمَّا الذِّكرُ بِاللِّسَانِ فَلَا مُعتَبَرَ بِهِ (الهدايه كتاب الصلوة باب شروط الصلاة التى تتقدمتها)

(۵)ويحسن ذَلِكَ لِاجتِمَاعِ عَزِيمَتِهَا(الهدايه كتاب الصلوة باب شروط الصلاة التى تتقدمتها)

## نیت کا وقت:

نیت کرنے کا وقت غروب آفتاب کے بعد سے لیکر اگلے دن نصف النہار شرعی تک رہتا ہے

فَيَجُوزُ صَومُهُ بِنِيَّةٍ مِن اللَّيلِ وَإِن لَم يَنوِ حَتَّى أَصبَحَ أَجزَأَهُ النِّيَّةُ مَا بَينَهُ وَبَينَ الزَّوَالِ (العناية شرح الهداية كتاب الصوم)

## نصف النہار شرعی کسے کہتے ہیں

صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک کے وقت کے نصف کو "نصف النہار شرعی" کہا جاتا ہے۔اور طلوع آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک کے وقت کے نصف کو "نصف النہار عرفی" کہا جاتا ہےاور روزہ دار کے لیے اعتبار "نصف النہار شرعی" کا ہے

**وَفِی الجَامِعِ الصَّغِیرِ قَبلَ نِصفِ النَّهَارِ وَهُوَ الأَصَحُّ لِأَنَّهُ لا بُدَّ مِن وُجُودِ النِّیَّةِ فِی أَکثَرِ النَّهَارِ وَنِصفِهِ مِن وَقتِ طُلُوعِ الفَجرِ إِلَی وَقتِ الضَّحوَةِ الکُبرَی لَا إِلَی وَقتِ الزَّوَالِ فَتُشتَرَطُ النِّیَّةُ قَبلَهَا لِتَتَحَقَّقَ فِی الأَکثَرِ**

**(العنایة شرح الهدایة کتاب الصوم)**

مثلاً صبح صادق تین بجے ہو اور غروب شام سات بجے ہو تو نصف النہار گیارہ بجے ہوگا۔صبح صادق سے غروب آفتاب تک وقت کی مقدار ہر موسم میں اور ہر مقام میں مختلف ہوتی ہے،اس لیے "نصف النہار" کا ایسا کوئی متعین وقت نہیں بتایا جاسکتا جس وقت ہر جگہ نصف النہار ہو بلکہ ایک مقام میں بھی پورے رمضان کے لیے نصف النہار کا ایک وقت نہیں ہوگا،صبح صادق اور غروبِ آفتاب کا وقت بدلنے سے بدلتا رہے گا،اس لیے ضابطہ مذکورہ کے مطابق عمل کیا جائے

## نیت کے لیے بہتر وقت:

بہتر یہی ہے کہ نیت رات ہی کو کی جائے کیوں کہ ایک حدیث میں ہے کہ
جو شخص رات سے روزے کی نیت نہ کرے اس کا روزہ (کامل) نہیں

**مَن لَم یُجمِعِ الصِّیَامَ مِنَ اللَّیلِ فَلَا یَصُومُ**

**سنن النسائی کتاب الصِّیَامِ ذِکرُ اختِلَافِ النَّاقِلِینَ لِخَبَرِ حَفصَةَ فِی ذَلِکَ**

لیکن اگر کوئی شخص رات کو نیت کرنا بھول گیا تو اب یہ ہے کہ رات کو نیت کرنے سے جو ثواب ملنا تھا،اس سے محرومی ہوگی ،کیوں کہ حدیث میں نفی کمال کی نفی ہے لہذا نیت کرنے میں جتنی سستی ہوگی تو ثواب میں اتنی کمی آئے گی لیکن بہر حال فی نفسہ نیت درست ہوگی کیوں کہ نیت کا وقت باقی ہے لہذا اب اس کے بعد بہتر یہ ہے کہ صبح صادق سے پہلے نیت کریں

چنانچہ حدیث میں ہے کہ

جوشخص طلوع فجر سے قبل روزے کا ارادہ نہ کرے اس کا روزہ (کامل) نہیں

**مَن لَم يُجمِعِ الصِّيَامَ قَبلَ الفَجرِ فَلاَ صِيَامَ لَهُ.**

**(سنن الترمذى ت بشار أَبوَابُ الصَّومِ عَن رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ بَابُ مَا جَاءَ لاَ صِيَامَ لِمَن لَم يَعزِم مِنَ اللَّيلِ)**

اس حدیث میں بھی موجود نفی کمال کی نفی ہے لہذا اگر کسی عذر کی وجہ سے، جیسے فراموشی یا آنکھ کا لگ جانا یا سفر کی وجہ سے روزہ کی نیت صبح صادق سے پہلے بھی نہ کرسکا اور ایسا کوئی کام بھی انجام نہ دیا ہو جو روزہ کو باطل کرتا ہے، تو وہ نصف النہار شرعی تک روزہ کی نیت کرسکتا ہے۔

**فَيَجُوزُ صَومُهُ بِنِيَّةٍ مِن اللَّيلِ وَإِن لَم يَنوِ حَتَّى أَصبَحَ أَجزَأَهُ النِّيَّةُ مَا بَينَهُ وَبَينَ الزَّوَالِ**

**(العناية شرح الهداية كتاب الصوم)**

مگر نصف النہار شرعی میں نیت کرنی پڑے تو ضروری ہے کہ اپنے آپ کو صبح صادق سے روزہ دار تصور کرے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ

حضرت سلمہ بن اکوع سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے قبیلہ بنو اسلم کے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں جا کر یہ اعلان کرے کہ جس نے کچھ کھا پی لیا ہے، وہ اب باقی دن کھانے پینے سے رکا رہے اور جس نے کچھ نہیں کھایا، وہ روزہ رکھے کیونکہ آج عاشوراء کا دن ہے

**عَن سَلَمَةَ بنِ الأَكوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنهُ قَالَ: أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِن أَسلَمَ: أَن أَذِّن فِي النَّاسِ: أَنَّ مَن كَانَ أَكَلَ فَليَصُم بَقِيَّةَ يَومِهِ وَمَن لَم يَكُن أَكَلَ فَليَصُم فَإِنَّ اليَومَ يَومُ عَاشُورَاءَ**

(صحیح البخاری کِتَابُ الصَّومِ بَابُ صِيَامِ يَومِ عَاشُورَاءَ)

یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب عاشورہ کا روزہ فرض تھا اور فرضیت رمضان سے منسوخ نہیں ہوئی تھی پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ فرض روزے میں دن میں بھی نیت کی جاسکتی ہے

اشرف الھدایہ شرح ہدایہ

لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ رات یا صبح صادق سے پہلے نیت کرنے کی وجہ سے جو ثواب ملنا تھا اس کے اندر کمی ضرور ہو گی لیکن اتنا ضرور ہے کہ اس وقت کی نیت سے بھی روزے میں سوائے ثواب کی کمی کوئی اور فرق نہیں ہو گا یعنی روزہ اور اس کی نیت صحیح ہو گی البتہ نصف النہار شرعی کے بعد نیت نہیں کی جا سکتی ہے

نصف النہار شرعی تک نیت کرنے کے حوالے سے ایک اور حدیث بطور دلیل کتاب الھدایہ میں صاحب ہدایہ نے نقل کی ہے کہ

ایک اعرابی نے حضور ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاند دیکھنے کی گواہی دی تو حضور ﷺ نے منادی کو حکم دیا کہ جاؤ اور اعلان کرو کہ جس نے کچھ کھالیا وہ باقی دن پھر کچھ نہ کھائے اور جس نے نہیں کھایا وہ روزہ رکھے

**وَلَنَا قَولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ بَعدَمَا شَهِدَ الأَعرَابِيُّ بِرُؤيَةِ الهِلَالِ أَلَا مَن أَكَلَ فَلَا يَأكُلَنَّ بَقِيَّةَ يَومِهِ وَمَن لَم يَأكُل فَليَصُم**

**العناية شرح الهداية تَابُ الصَّوم**

## نیت کے الفاظ:

اگر رات یا صبح صادق سے پہلے روزے کی نیت کرنی ہو تو اردو و عربی میں ان الفاظ کے ساتھ کریں

میں ماہِ رمضان کے کل کے روزے کی نیت کرتا ہوں

**وَبِصَومِ غَدٍ نَّوَيتَ مِن شَهرِ رَمَضَانَ**

**نَوَيت أَصُومُ غَدًا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِن فَرضِ رَمَضَانَ**

نصف النہار شرعی سے پہلے نیت کرنی ہو تو اردو و عربی میں ان الفاظ کے ساتھ کریں

میں آج اللہ تعالے کے واسطے روزے کی نیت کرتا ہوں

**نَوَيت أَصُومُ هَذَا اليَومَ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِن فَرضِ رَمَضَانَ**

نوٹ دن میں نیت کرتے وقت اپنے آپ کو طلوع فجر سے روزے دار تصور کریں

**قَولُهُ: وَالسُّنَّةُ أَى سُنَّةُ المَشَايِخِ لَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ لِعَدَمِ وُرُودِ النُّطقِ بِهَا عَنهُ قَولُهُ أَن يَتَلَفَّظَ بِهَا فَيَقُولُ نَوَيت أَصُومُ غَدًا أَو هَذَا اليَومَ إن نَوَى نَهَارًا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِن فَرضِ رَمَضَانَ**

**(الدر المختار وحاشية ابن عابدين رد المحتار كتاب الصوم)**

# اعتراضات کے جوابات

اب یہاں پر معترضین کے اعتراضات اوران کے جوابات ذکر کئے جائیں گے

## پہلا اعتراض:

وبصوم غد نویت من شهر رمضان والے الفاظ کسی حدیث سے ثابت نہیں

## جواب:

ان الفاظ کا حدیث ہونے پر اعتراض تو تب کیا جائے کہ جب اسے حدیث یا حدیث کا حصہ کہا جائے
اسے کسی نے بھی حدیث نہیں کہا ہے اور نہ حدیث کہہ کر لکھے جاتے ہیں
یہ تو جیسے نماز میں نیت کے الفاظ اردو یا عربی وغیرہ میں کہے جاتے ہیں ویسے ہی روزے کی نیت میں کہے جاتے ہیں

## دوسرا اعتراض:

ان الفاظ کو لوگ دعا سمجھ کر پڑھتے ہیں اور بطور دعا بھی ثابت نہیں

## جواب:

ان الفاظ کو کسی بھی فقہ کی کتاب میں بطور دعا ذکر نہیں کیا گیا ہے اور نہ ہی اسے دعا مانا جاتا ہے
بلکہ فقہ کی کتابوں میں بطور نیت کے لکھے گئے ہیں

## تیسرا اعتراض:

ان الفاظ کے ساتھ نیت کا ثبوت کسی حدیث سے ثابت نہیں

## جواب:

یہ بات درست ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ نیت کا ثبوت نہیں جب یہ ثابت ہے تو اس سے زیادہ سے زیادہ عدم استحباب پر تو استدلال کیا جا سکتا ہے مگر عدم جواز پر اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں کیوں کہ کراہت یا حرمت کے ثبوت کے لیے مستقل دلیل کی ضرورت ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ عدم ثبوت کوئی دلیل نہیں لہذا اس سے جواز ثابت ہو جائے گا

اور یہ اس لیے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے اور اس کے لیے مستقل دلیل کی ضرورت نہیں چنانچہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن پر کوئی دلیل نہیں لیکن ان کی کراہت وحرمت کا کوئی قائل نہیں

## چوتھا اعتراض:

مذکورہ جملہ قواعد کے اعتبار سے ٹھیک نہیں کیوں کہ اس میں جو لفظ "غدً " آیا ہے اس کا معنی ہے (کل) جب کہ نیت آج کے روزے کی کیجاتی ہے لہذا ان الفاظ کے ساتھ نیت درست نہیں

## جواب:

پہلی بات تو یہ ہے کہ "غدٍ " سے صرف اور صرف کل مراد لینا بھی درست نہیں کیوں کہ "غد" کے اور معنی بھی ہیں چنانچہ قرآن پاک میں ہے

**وَلَا تَقُولَنَّ لِشَىءٍ إِنِّى فَاعِلٌ ذَلِكَ غَدًا إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ**

ترجمہ: اور (اے پیغمبر) کسی بھی کام کے بارے میں کبھی یہ نہ کہو کہ میں یہ کام کل کرلوں گا، ہاں (یہ کہو) کہ اللہ چاہے گا تو (کرلوں گا)

علماء کرام اس بات کو جانتے ہیں کہ اس آیت میں "غدا" سے بعینہ کل مراد نہیں ہے ورنہ مطلب میں خلل آتا ہے کیونکہ اس میں مقصود صرف کل کے کام کیلئے ان شاء اللہ کہنا نہیں ہے بلکہ اگر آج ہی کوئی کام کرنا ہے تو بھی ان شاء اللہ کہنا ہے اور پرسوں، ترسوں کوئی کام کرنا ہے تو بھی ان شاء اللہ ضروری ہے، اب اگر صرف "غدا" والا معنی لیا جائے تو مطلب ہوگا کہ اگر کل کے دن کوئی کام کرنے کا ارادہ ہو تو ان شاء اللہ کہنا ضروری ہوگا باقی دنوں میں کہنے کی ضرورت نہیں حالانکہ یہ مراد ہرگز نہیں

اسی طرح دیکھیں سورۃ قلم

**وَغَدَوا عَلَى حَردٍ قَادِرِينَ**

اور لپکے ہوئے صبح ہی صبح پہنچ گئے سمجھ رہے تھے کہ قابو پا گئے

اسی طرح دیکھیں سورۃ کھف

**يَدعُونَ رَبَّهُم بِالغَدَاةِ وَالعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجهَهُ**

جو اپنے پروردگار کو صبح وشام پکارتے ہیں

اسی طرح سورۃ نور میں ہے کہ

**يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالغُدُوِّ وَالآصَالِ**

وہاں صبح اور شام اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں

اسی طرح سورۃ رعد میں ہے کہ

**وَلِلَّهِ يَسجُدُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالأَرضِ طَوعًا وَكَرهًا وَظِلَالُهُم بِالغُدُوِّ وَالآصَالِ**

اللہ ہی کے لیے زمین وآسمان کی سب مخلوق خوشی اور ناخوشی سے سجدہ کرتی ہے اور ان کے سائے بھی صبح وشام

اردو ترجمہ تفسیر ابن کثیر

جناب عبدالمطلب کا شعر ہے

**لاغلبن صلبهم ومحا لهم غدوا محالك**

صاحب نہایہ کہتے ہیں کہ عبدالمطلب نے "غدوا" سے وہ کل مراد نہیں لیا ہے جو آج کے بعد آنے والا ہے بلکہ قریبی زمانے کو مراد لیا ہے

اور وہ قریبی زمانہ آج بھی ہوسکتا ہے اور کل کے بعد پرسوں، ترسوں بھی ہوسکتا ہے

اب جب یہ بات محقق ہوگئی کہ "غد" کا معنی کل کے علاوہ بھی ہے تو یہ بات بھی جان لیں کہ اللہ پاک نے رات اور دن دونوں الگ الگ بنائے ہیں رات کا اطلاق غروب آفتاب سے صبح صادق تک اور دن کا اطلاق صبح صادق کے بعد سے غروب شمس تک ہوتا ہے

چنانچہ الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں ہے کہ

اگر کوئی شخص زمانہ مستقبل کی طرف نسبت کرکے اپنی بیوی سے کہے: تجھے کل طلاق ہے۔ اور اس حالت میں "غد" کے پہلے جزء کے آنے پر طلاق ہوگی اور وہ صبح کا طلوع ہونا ہے۔

**فمثال الإضافة إلى الزمان المستقبل أن يقول لزوجته: أنت طالق غداً وفى هذه الحالة تطلق منه عند حلول أول جزء من الغد وهو طلوع الصبح**

**(الفقه على المذاهب الأربعة كتاب الطلاق مبحث إضافة الطلاق إلى الزمان أو إلى المكان)**

اسی طرح البنایہ شرح الھدایہ میں ہے

اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ تجھے کل طلاق ہے تو طلوع فجر ہوتے ہی یہ طلاق واقع ہو جائیگی

**ولو قال أنت طالق غدا وقع عليها الطلاق بطلوع الفجر**

**(البناية شرح الهداية كتاب الطلاق صل فى إضافة الطلاق إلى الزمان قال أنت طالق غدا)**

چنانچہ ماقبل کی بحث سے تو یہ بات معلوم ہوگئی کہ "غد" سے کونسا وقت مراد ہے۔ اب آتے ہیں اس طرف کہ نیت کے یہ الفاظ کس وقت کے لیے وضع کیے گئے ہیں

تو حاشیہ الشلبی میں ہے کہ

نیت کے یہ الفاظ رات سونے سے پہلے یا شام کے وقت افطاری کی دعاء کے ساتھ کہے جانے کے لیے بنائے گئے ہیں

**قَالَ فِي الدِّرَايَةِ فِي آخِرِ بَابِ الِاعتِكَافِ وَمِن السُّنَّةِ أَن يَقُولَ عِندَ الإِفطَارِ اللَّهُمَّ لَک صُمت وَبِک آمَنت وَعَلَيک تَوَكَّلت وَعَلَى رِزقِک أَفطَرت وَصَومَ الغَدِ مِن شَهرِ رَمَضَانَ نَوَيت فَاغفِر لِي مَا قَدَّمت وَمَا أَخَّرت**

**(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق وحاشية الشلبى كتاب الصوم)**

یعنی نیت کے سب سے بہتر وقت کے لیے گو کہ طلوع فجر سے قبل کسی بھی وقت ان الفاظ کا کہنا معنوی اعتبار سے ٹھیک ہے لیکن مغرب کے وقت "غد" سے آنے والی صبح مراد لینا تو ہر اعتبار سے درست ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ یہ الفاظ عربی زبان کے قواعد کے مطابق نہیں درست اعتراض نہیں ہے کیوں کہ جس وقت نیت کے یہ الفاظ ادا کئے جا رہے ہوتے ہیں اس وقت طلوع فجر کا وقت نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے ان الفاظ کا اطلاق عربیت کے منافی نہیں ہے۔ لہٰذا اگر کوئی نیت میں یہ عربی الفاظ استعمال کرے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ وہ صبح صادق کے بعد سے شروع ہونے والے دن کا روزہ رکھ رہا ہے اور یہ معنی لفظ "غد" سے سمجھ میں آ رہا ہے

# پانچواں اعتراض:

الفاظ کے ساتھ نیت حضور ﷺ سے ثابت نہیں

# جواب:

یہ بات درست نہیں کہ الفاظ کے ساتھ نیت حضور ﷺ سے ثابت نہیں بلکہ الفاظ کے ساتھ بھی حضور ﷺ سے نیت کچھ موقعوں پر ثابت ہے چنانچہ مسلم میں ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز میرے پاس اللہ کے رسول ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے ہم نے کہا کہ کچھ نہیں ہے، آپ نے کہا پھر تو میں روزے سے ہوں

**عَن عَائِشَةَ أُمِّ المُؤمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنهَا قَالَت: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: ذَاتَ يَومٍ يَا عَائِشَةُ هَل عِندَكُم شَيءٌ قَالَت: فَقُلتُ: يَا رَسُولَ اللهِ مَا عِندَنَا شَيءٌ قَالَ فَإِنِّي صَائِمٌ**

**(صحیح مسلم كِتَاب الصِّيَامِ بَابُ جَوَازِ صَومِ النَّافِلَةِ بِنِيَّةٍ مِنَ النَّهَارِ قَبلَ الزَّوَالِ وَجَوَازِ فِطرِ الصَّائِمِ نَفلًا مِن غَيرِ عُذرٍ)**

اس حدیث میں (انی صائم) کے الفاظ ہیں جو نیت کیلئے واضح طور پر زبان سے ادا کئے گئے ہیں۔

واضح رہے کہ حدیث مطلق وارد ہوئی ہے فرض اور نفل روزہ کا کوئی تذکرہ نہیں (اس لئے اس سے فرض روزہ کی نیت کا زبان سے کرنا بھی ثابت ہو رہا ہے) تاہم اس کے سیاق وسباق سے پتا چلتا ہے کہ یہ نفلی روزہ کی بات ہے۔ اگر صرف نفلی روزہ ہی کو مان لیں تو بھی ہمارا استدلال درست ہے کہ الفاظ کے ساتھ زبان سے نیت کرنا درست ہے اگر چہ وہ فرض روزہ کی نہیں، لہٰذا معترضین کا روزے کی نیت زبان سے ادا کرنے کو بدعت بتلانا اور اس کا مطلقاً انکار کرنا غلط ہے

نیز العنایہ شرح الھدایہ میں علامہ عینی اور علامہ شرنبلالی نے نقل کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص پر نکیر فرمائی تھی جس سے نیت کے الفاظ سنے تھے

**لأن عمر رَضِيَ اللَّهُ عَنهُ أنكر على من يسمع ذلك منه**

**(البناية شرح الهداية باب شروط الصلاة التي تتقدمها النية من شروط الصلوة)**

چنانچہ اس واقعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ الفاظ کے ساتھ نیت کرنے کی کچھ نہ کچھ اصل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں بھی تھی کیوں کہ اس شخص کا الفاظ کے ساتھ نیت کرنا کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر ہی ہوگا۔

رہا یہ اعتراض کہ اگر الفاظ کے ساتھ نیت درست ہوتی ہوتی تو پھر اس شخص پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نکیر کیوں فرمائی تو اس کا جواب یہ ہے اس سے یہ تو معلوم نہیں ہوتا ہے کہ آپ نے نکیر کیوں فرمائی تھی لیکن قیاس کے قریب یہی ہے کہ

آپ نے نکیر زور سے کہنے پر کی تھی نہ کہ الفاظ کے ساتھ نیت کرنے پر نکیر فرمائی تھی اگر صرف الفاظ کے ساتھ نیت کرنے پر نکیر فرماتے تو پھر فعل (سمع) سننے کا نہیں (رای) دیکھنے کا فعل نقل کیا جاتا یعنی علی من رای منہ ذلک یا تلفظ بہ کہ آپ نے اس شخص پر نکیر فرمائی جس کو الفاظ کے ساتھ نیت کرتے دیکھا

لیکن روایت میں سمع کا فعل آیا ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نکیر اصل میں اونچی آواز سے کہنے پر کی گئی ہے نہ کہ الفاظ کے ساتھ نیت کرنے پر کی گئی

## چھٹا اعتراض:

اگر الفاظ کے ساتھ نیت میں کوئی قباحت نہیں تو پھر بعض فقہا نے اسے بدعت کیوں کہا ہے

## جواب:

بعض فقہانے جو اسے بدعت کہا ہے تو وہ عدم ثبوت کی بناء پر نہیں بلکہ اس کے التزام اور استمرار یعنی اسے لازم سمجھنے اور ہمیشہ کرنے کی بنیاد پر کہا ہے اور اس کے التزام اور استمرار کا کوئی بھی قائل نہیں ماقبل کی بحث سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے

## ساتواں اعتراض:

دین میں ہر نئی چیز بدعت ہے اور نیت بھی نئی چیز ہے لہذا یہ بھی بدعت ہے، ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی جھنم کی طرف لے جانی والی ہے

## جواب:

بدعت وہ فعل ہے جو شریعت میں بالواسطہ ثابت نہ ہو اور خیر القرون میں بھی اس کا ثبوت نہ ہو بلکہ بعد کے کسی زمانے کی ایجاد ہو تو اگر ایسے کام کو عبادت سمجھ کر کیا جائے تو وہ بدعت ہو گی جب کہ الفاظ کے ساتھ نیت کو کوئی بھی عبادت سمجھ کر نہیں کرتا ہے۔ بلکہ یہ الفاظ دل اور زبان میں موافقت کے لیے بولے جاتے ہیں اور جو اسے عبادت سمجھ کر سمجھ کر کہے گا تو پھر یہ بدعت ہو گی ورنہ نہیں

## آٹھواں اعتراض:

الفاظ کے ساتھ نیت صرف احناف کے ہاں درست ہے ورنہ اور اس کا کوئی قائل نہیں

## جواب:

یہ بات درست نہیں الفاظ کے ساتھ نیت کرنے کے مالکیہ اور حنابلہ وغیرہ بھی قائل ہیں چنانچہ الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں ہے کہ

عندالمالکیہ وساوس سے بچنے کے لیے الفاظ کے ساتھ نیت کرنا مندوب ہے

**المالكية والحنفية قالوا: إن التلفظ بالنية ليس مروعاً فى الصلاة الا إذا كان المصلى موسوساً على أن المالكية قالوا: إن التلفظ بالنية خلاف الأولى لغير الموسوس ويندب للموسوس.**

**(الفقه على المذاهب الأربعة شرح فرائض الصلوة مرتب الفرض الاول النحكم التلفظ بالنية ونية الأداء أو القضاء أو نحو ذلك)**

اسی طرح امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں

بعض نے تلفظ بالنیت کو مستحب سمجھا ہے جیسا کہ اصحاب ابوحنیفہ، شافعی اور احمد نے بیان فرمایا

**منهُم مَن استَحَبَّ التَّلَفُّظَ بِهَا كَمَا ذَكَرَ ذَلِكَ مَن ذَكَرَهُ مِن أَصحَابِ أَبِى حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحمَدَ وَقَالُوا: التَّلَفُّظُ بِهَا أَوكَدُ وَاستَحَبُّوا التَّلَفُّظَ بِهَا فِى الصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ وَالحَجِّ وَغَيرِ ذَلِكَ**

**(الفتاوى الكبرى لابن تيمية مَسأَلَةٌ محلّ النِّيَّة فِى العِبَادَات)**

## خلاصہ کلام:

الفاظ کے ساتھ نیت تو ضروری نہیں لیکن اگر دل اور زبان میں موافقت اور قلب یکسوئی کی غرض سے ایک منتشر الذہن آدمی کرنا چاہئے تو اسے بدعت کا مرتکب نہ کہا جائے اور اس کی وجہ سے اسے گناہ گار بھی نہ سمجھا جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بعض لوگ دینی احکامات سے واقف ہوتے ہیں اور بعض نہیں، اب جو لوگ دینی احکامات سے واقف نہیں ہیں انھیں اس کا بھی نہیں پتہ ہوتا ہے عبادات سے پہلے ارادے کے ذریعے نیت کیسے کی جائے؟ تو ان کے

لیے نیت کے یہ الفاظ بہت فائدے مند رہیں گے کیوں کہ اگر انہیں کہا جائے کہ الفاظ کے ساتھ نہیں کرنا ہے بلکہ عمل کا دل میں ارادہ کر کے نیت کیجائے تو ان کے لیے یہ معاملہ بہت مشکل ہو جائے گا اور یہ تو دین اسلام کا حسن ہے کہ اس میں ہر موڑ، ہر لمحے اور ہر قسم کے لوگوں راہ نمائی موجود ہے تو اگر فقہا نے بطریق قیاس منتشر الذہن لوگوں کے لیے دل و زبان میں موافقت کے واسطے یہ راستہ بتایا ہے تو اس کا اتنا شوشہ نہیں بنانا چاہیے جو بعض معترضین کی طرف سے دیکھنے میں آیا ہے بہت دکھ ہوتا ہے جب وبصوم غد والے الفاظ کو جعلی حدیث، من گھڑت حدیث، دغا والے الفاظ، جعلی دعا اور پتہ نہیں کیا کیا نام دیے ہیں جنہیں یہاں نقل کرنا مناسب نہیں سمجھتا ہوں۔

## وما علینا الا البلاغ